امام خامنہ ای کے افکار کی روشنی میں قرآن کی علمی مرجعیت کے داخلی دلائل

عابد علی، محمد احمد فرید فاطمی[1]

The Holy Quran, as the only divine book preserved from any kind of distortion, with the aim of guiding humanity in all times, has invited people to think and reflect on its verses several times, and one of the topics that require thinking about the divine verses is the quality of relationship. The Qur'an is related to various human sciences, and the issue of authority of the Qur'an has been raised by some Islamic scholars such as Ghazali, Shatbi, Fakhr Razi and others, and it has had its opponents and supporters. Opponents of the scientific authority of the Qur'an have evidence for their claim, and those in favor have evidence in their favor, and the arguments of the proponents can be divided into two categories: intra-Qur'anic and extra-Qur'anic. . The present research seeks to investigate the evidences within the Qur'an for the scientific authority of the Qur'an to emphasize the thoughts of Imam Khamenei because he is a wise sage, an enlightened scientist and has new ideas in the sciences of the Qur'an. The method of this research is a library, and the data of the present research can be considered as the comprehensiveness of the Qur'an, the source of the Qur'an for all sciences and the immortality of the Qur'an.

Key words: the scientific authority of the Qur'an, the completeness of the Qur'an, the removal of exile, the immortality of the Qur'an, the source of the Qur'an.

قرآن کریم، جو کہ ہر قسم کی تحریف سے محفوظ واحد آسمانی کتاب ہے، تمام زمانوں میں انسانیت کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے۔ قرآن نے کئی بار انسانوں کو اپنی آیات پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ قرآن اور مختلف انسانی علوم کے درمیان تعلق کی نوعیت بھی غور و فکر کا ایک اہم موضوع ہے۔ قرآن کی علمی مرجعیت کا مسئلہ قدیم زمانے سے مسلم علماء جیسے غزالی، شاطبی، فخر رازی اور دیگر نے اٹھایا ہے، جس

[1]طلبہ تفسیر تطبیقی، مجتمع قرآن و حدیث danialabid313@gmail.com
طلبہ کلام اسلامی، مجتمع حکمت و مطالعات ادیان ahmadfatimiofficial@gmail.com

کے موافقین اور مخالفین دونوں موجود ہیں۔ مخالفین نے اپنے دعوے کے لیے دلائل پیش کیے ہیں، جبکہ موافقین کے دلائل کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: داخلی قرآنی دلائل اور خارجی قرآنی دلائل۔ یہ تحقیق قرآن کی علمی مرجعیت کے اندرونی یا داخلی دلائل کو امام خامنہ ای کے قرآنی افکار کی روشنی پر میں جاننے کی کوشش کرتی ہے، کیونکہ وہ ایک حکیم، دانشمند، روشن فکر اور قرآن کے علوم میں نئے خیالات رکھنے والی قرآنی شخصیت ہیں۔ اس تحقیق کا طریقہ کار کتاب خانہ جاتی ہے، اور اس تحقیق کے نتائج کو قرآن کی جامعیت، قرآن کا تمام علوم کا منبع ہونا، اور قرآن کی جاودانگی سمجھا جاسکتا ہے اس کے ساتھ ساتھ مرجعیت علمی قرآن قرآن مجید کی مھجوریت کو دور کر سکتی ہے۔

کلیدی الفاظ :

قرآن کی علمی مرجعیت، قرآن کی جامعیت، قرآن سے دوری کا خاتمہ، قرآن کی جاودانگی، قرآن کا منبع ہونا

مقدمہ

قرآن کی علمی مرجعیت کا اصل اصول اور انسانی زندگی کے فردی اور اجتماعی معاملات میں قرآن کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت اسلام کے مسلمہ اصولوں میں سے ہے۔ قرآن کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام کی واضح احادیث اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ اسراء کی آیت 9 میں ارشاد ہوتا ہے

" بے شک یہ قرآن اس راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا اور مستحکم ہے۔

یہ آیت بیان کرتی ہے کہ قرآن مجید ایک ایسا نظام پیش کرتا ہے جو سب سے زیادہ مستحکم اور جامع ہے، اور ہدایت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید نظری اور عملی دونوں حوالوں سے مرجع اور رہنما ہو۔

اسی طرح سورہ اعراف کی آیت 170 میں ارشاد ہوتا ہے:

" اور جو لوگ کتاب خدا سے متمسک رہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، ہم ایسے مصلحین کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

"اس آیت میں کتاب خدا سے تمسک کرنے کا ذکر ہے، جو کہ عملی اور نظری دونوں طرح کے تمسک کو شامل ہے۔

سورہ نساء کی آیت 174 میں ارشاد ہوتا ہے

" اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک روشن نور نازل کیا ہے۔

"یہ آیت بھی قرآن کی مرجعیت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ قرآن مجید دلیل اور نور دونوں کا مصداق ہے۔ نور کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ نہ صرف خود روشن ہوتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی روشنی دیتا ہے۔ اور یہ کہ قرآن مجید کا نور ہونا علم و عمل دونوں کو شامل ہے یعنی قرآن کریم انسانی معاشرے کے علمی و عملی پہلوؤں دونوں کا مرجع بن سکتا ہے۔

سورہ فرقان کی آیت 1 میں ارشاد ہوتا ہے:

" بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے انذار کرنے والا ہو۔

"یہ آیت قرآن کو فرقان کے وصف سے نوازتی ہے، جو کہ قرآن کی علمی اور عملی مرجعیت کی ضرورت کو ظاہر کرتا ہے۔

سورہ حدید کی آیت 25 میں ارشاد ہوتا ہے:

" اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔"

اسی طرح سورہ شوریٰ کی آیت 17 میں ارشاد ہوتا ہے:

" اللہ وہ ہے جس نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا اور میزان کو۔ "

یہ آیات قرآن کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت کو واضح کرتی ہیں۔ آیت اللہ جوادی آملی نے دونوں آیات میں میزان سے مراد قرآن مجید کو لیا ہے (آملی، سروش ھدایت، ج2، ص282) اور یہ بھی فرمایا کہ قرآن مجید کا میزان ہونا علم و عمل دونوں میں ہے۔ قرآن مجید کی آیات کی طرح بہت ساری روایات (صریحاً یا اجمالاً) بھی علم و عمل میں قرآن مجید کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پر زور دیتی ہیں۔
نمونے کے طور پر وہ روایات جن میں اختلافات کی صورت میں قرآن مجید کی رجوع کرنے کا کہا گیا ہے، اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی سلسلے میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے : فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ فَخُذُوهُ، وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَدَعُوهُ (قزوینی، 1387، ج1، ص489) اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طولانی حدیث میں نقل ہوا ہے، یہاں پر فقط شاهد مثال کو ذکر کیا جاتا ہے : وَإِذَا جَاءَكُمْ عَنَّا حَدِيثٌ فَوَجَدْتُمْ عَلَيْهِ شَاهِداً أَوْ شَاهِدَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَخُذُوا بِهِ وَإِلَّا فَقِفُوا عِنْدَهُ ثُمَّ رُدُّوهُ إِلَيْنَا حَتَّى يَسْتَبِينَ لَكُمْ (کلینی، 1407، ج2، ص222) (جب آپ کے پاس ہماری کوئی حدیث آئے تو اگر آپ اس پر قرآن مجید میں سے ایک یا دو گواہیاں مل جائیں تو لے لو ورنہ اس پر توقف کرو اور ہماری طرف لوٹا دو تا کہ آپ کے لیے اس کو واضح کر دیں) اسی طرح حدیث ثقلین (متواتر و متفق علیہ) صراحت کے ساتھ قرآن مجید اور اہل بیت علیہم السلام کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت کو بیان فرما رہی ہے: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي (مجلسی، 1403، ج3، ص386) اس جیسی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ضروی ہے کہ قرآن مجید ایک اصل اور بنیاد کے طور پر انسانی معاشرہ میں مرجع اور منبع واقع ہو اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید فقط تلاوت کے لیے نہیں آیا بلکہ علم و عمل کا مرجع ہے۔ اور اگر قرآن کریم عام لوگوں کی فہم اور سوچ سے بالاتر ہوتا تو ائمہ معصومین اس طرح لوگوں کی قرآن مجید کی طرف رجوع کرنے کا حکم نہ دیتے۔ اس مقالے میں مرجعیت علمی قرآن کے داخلی دلائل کو تحقیق کا محور بنایا گیا ہے ۔

سابقہ تحقیق

مرجعیت علمی قرآن کا عنوان بہت زیادہ پرانا نہیں ہے لیکن قرآن مجید علوم اسلامی کا مرجع اور منبع ہونے کا سلسلہ بہت قدیمی ہے۔ وحی کے قطع ہونے کے بعد کوئی بہت زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کچھ علوم مرجعیت علمی قرآن کی وجہ سے وجود میں آئے جیسا کہ علم قرائت، تفسیر، پھر اسی تسلسل میں علم فقہ اور حدیث کا مرجع بھی قرآن ٹھہرا۔ ائمہ نے بھی فرمایا ہے کہ گزرے ہوئے اور آنے والے لوگوں کا ذکر قرآن مجید میں ذکر ہے اور کوئی سخن باقی نہیں رہا) مجلسی، 1403، ج26، ص64) چھٹی صدی کے مشہور اہل تسنن عالم غزالی، ساتویں صدی کے عالم آقای مرسی اور دسویں صدی کے عالم آقای جلال الدین سیوطی کا عقیدہ تھا کہ تمام جزئیات کو قرآن مجید سے استخراج کیا جاسکتا ہے ۔)نک رضائی اصفھانی، 1392، ص(94-89

آقای عیسی زادہ نے ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے مرجعیت علمی قرآن آیت اللہ سبحانی کی نگاہ میں جو کہ جامع علوم و معارف قراان سائٹ پر موجود ہے جس میں محقق محترم نے مفہوم شناسی کے بعد مرجعیت علمی قرآن کے پیش فرض جیسا کہ قرآن کا تحریف سے پاک ہونا، کسی خاص زمانے اور مکان کے نہ ہونا، قرآن مجید سے مختلف علوم کے استخراج کا ممکن ہونا، قرآن مجید میں لامتناہی علوم کے وجود کو بیان کیا ہے، لیکن تحقیق حاضر میں امام خامنہ ای کے افکار پر توجہ کے ساتھ قرآن مجید کی علمی مرجعیت کے اندرونی دلائل کو تحقیق کو محور بنایا ہے جب کہ آقای عیسی زادہ کہ یہ موضوع نہیں ہے۔

آقای غلام حسین اعرابی نے بھی ایک مقالہ تحریر کیا ہے جس کا عنوان ہے مرجعیت علمی قرآن آیت اللہ خامنہ ای کی نگاہ میں جو کہ جامع علوم و معارف قراان سائٹ پر موجود ہے محقق محترم نے مرجعیت علمی قرآن کی تعریف کے بعد قرآن مجید کی مھجوریت کی بابت بات کی ہے جو مسلمانوں کی سب سے بڑی مشکل ہے کہ مسلمانوں نے قرآن سے دوری اختیار کرلی ہے اور ضروری ہے کہ قرآن مجید کی طرف لوٹ آئیں، کو بیان کیا ہے۔ پھر انہوں نے قرآن کی علمی مرجعیت کے دائرہ کار کو مختلف پہلوؤں سے بیان کیا ہے، جیسے کہ مبادی اور مبانی کے لحاظ سے، اعتقادی لحاظ سے، معاشرے کی ضروریات کے لحاظ سے، نگرش کے لحاظ سے، بینش اور نگارش کے لحاظ سے، اور ماخذ کے لحاظ سے۔ لیکن میں نے اپنی موجودہ تحقیق میں قرآن کی علمی مرجعیت کے اندرونی دلائل کو امام خامنہ ای کے افکار پر توجہ کے ساتھ زیرِ بحث لایا ہے۔

دوسرے افراد نے بھی اس موضوع پر معتبر اسلامی شخصیات جیسے شہید مطہری، آیت اللہ فضل اللہ، حضرت امام خمینی، حضرت آیت اللہ مصباح، اور دیگر کے نقطہ نظر کے ساتھ تحریری کام کیا ہے۔ لیکن میری موجودہ تحقیق ان سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ میں نے قرآن کی علمی مرجعیت کے اندرونی دلائل کو امام خامنہ ای کے افکار پر توجہ کے ساتھ زیرِ بحث لایا ہے۔ مزید یہ کہ میں نے اب تک کسی ایسے شخص کو نہیں پایا جس نے قرآن کی علمی مرجعیت کے اندرونی دلائل کو امام خامنہ ای کے افکار پر توجہ کے ساتھ اس طرح سے زیرِ بحث لایا ہو۔

امام خامنہ ای نے اپنے مختلف خطابات میں قرآن کی علمی مرجعیت پر زور دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ قرآن کو تمام علوم کا منبع قرار دینا چاہیے، خاص طور پر ان علوم کو جو غیر دینی یا بعض اوقات ضد دین علوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ قرآن سے رجوع کرنا اور اس سے سوالات کے جوابات حاصل کرنا ایک اہم کام ہے۔

مفہوم شناسی:

مرجعیت : مرجعیت کا لفظ "رجع" سے مشتق ہے، جس میں جیم پر زبر ہے۔ یہ ایک مصدر جعلی ہے۔ راغب اصفہانی کہتے ہیں :الرُّجُوعُ:العود إلی ماکان منہ البدء) راغب اصفہانی، 1416، ص342)یعنی کسی چیز کی طرف واپس لوٹنا جس سے آغاز ہوا تھا۔ عبد الباقی کہتے ہیں کہ لفظ "رجع" کے مشتقات قرآن میں 103 بار لغوی معانی میں استعمال ہوئے ہیں(عبد الباقی، 1364، مادہ رجع)۔ لیکن قرآن کا منبع ہونا اور اس کی طرف استناد کرنا دیگر الفاظ اور عبارات جیسے سورہ نحل کی آیت 89 وغیرہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں، قرآن کی علمی مرجعیت کو ثابت کرنے کے لیے لفظ "رجع" کے مشتقات کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور لغوی مصادر میں لفظ "مرجع" کے ذیل میں درج ذیل معانی بیان کیے گئے ہیں

الف : کسی صاحبِ نظر سے رائے طلب کرنا یا مشکلات کے حل اور سوالات کے جوابات کے لیے اس سے رجوع کرنا، جیسے کہ مرجع۔

ب:

معلومات تک رسائی کے لیے مصادر کا علم رکھنا، جن سے مختلف موضوعات پر معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔

ج:

یہ ایک ایسا لفظ ہے جس کی طرف ضمیر لوٹتی ہے(انوری، 1381، جلد 7، مادہ مرجع)

شیعہ فقہ میں مرجعیت کا استعمال حالیہ صدیوں میں عام ہوا ہے، اور اصطلاح "مرجع تقلید" ایک نئی اصطلاح ہے۔ جسے پہلی بار مرحوم سید ابو الحسن اصفہانی نے اپنی کتاب "وسیلۃ النجاۃ" میں ذکر کیا ہے(قربانی، 1394، ص358)۔ انہوں نے اپنی کتاب کو "مرجع" کا نام دیا ہے، جو کہ اس شخص کے لیے ہے جو اس کے فتوے پر عمل کرنا چاہتا ہے(اصفہانی، 1365، ص8)

اس تحقیق میں مرجعیت سے مراد ہر قسم کی رجوع، استناد، نمونہ گیری، اثر پذیری اور الہام ہے جو ایک مسلمان کو اپنی زندگی میں قرآن کے ساتھ رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ قرآن ہدایت، فرقان، بینہ اور نور مبین ہے، جو ہر اس چیز کے لیے ہے جس کی انسان کو کمال تک پہنچنے کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ مرحوم علامہ طباطبائی نے تفسیر المیزان کے مقدمہ میں ایک عبارت بیان کی ہے جو گویا قرآن کی علمی مرجعیت کی پوری حقیقت کو بیان کرتی ہے۔ علامہ لکھتے ہیں: قرآن نے خود کو لوگوں کے لیے ہدایت، ہدایت کی واضح نشانیاں، اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے) :هُدىً لِلنَّاسِ، وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدى، وَالْفُرْقَانِ)۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ

ہدایت، بینہ، فرقان اور نور لوگوں کی زندگی کے تمام ضروریات میں موجود ہو، لیکن ان کی سب سے اہم ضرورت، یعنی قرآن کو سمجھنے میں، نہ ہدایت ہو، نہ وضاحت، نہ حکم اور نہ نور؟ (طباطبائی، 1374، جلد 1، صفحہ 18)

علمی

لفظ "علمی" علم سے منسوب ہے۔ (معین، 1375، جلد 2، صفحہ 2354)

علم

لفظ "علم" لغت میں مختلف معانی رکھتا ہے، جیسے:

- دانستن (جاننا)
- یقین کرنا
- ادراک مطلق (کسی چیز کو مکمل طور پر سمجھنا)
- یا اشیاء کی صورتیں (شکل و صورت) کا عقل کے نزدیک حاصل ہونا۔ (ایضاً)
- **علم در اصطلاح**

  علم کے مختلف استعمالات ہیں، جن میں سے دو سب سے زیادہ رائج ہیں:
- الف) علم کا پہلا معنی:

علم سے مراد انسان کے منظم اور مرتب کیے گئے مجموعہ معلومات ہیں جو اس کے اپنے وجود اور ارد گرد کے عالم سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس تعریف کے مطابق علم کے لیے موضوع، مقصد، مسائل، اور طریقہ کار (رئوس ثمانیہ) کا ہونا ضروری ہے۔ اس معنی میں علم کا مترادف انگریزی لفظ **Knowledge** ہے۔ اس تعریف کے تحت فلسفہ، اخلاقیات، سیاست، صرف و نحو، اصول فقہ، تفسیر، اور دیگر علوم شامل ہیں۔

- ب) علم کا دوسرا معنی:

علم سے مراد وہ خاص دانش اور معرفت ہے جو براہ راست یا بالواسطہ حسی تجربے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس معنی میں علم کا مترادف انگریزی لفظ **Science** ہے۔ یہ تعریف ان علوم پر منطبق ہوتی ہے جو حسی تجربات اور مشاہدات کے ذریعے حاصل کیے جاتے ہیں، جیسے طبیعیات، کیمیا، حیاتیات، اور دیگر سائنسی علوم۔

- **مرجعیت علمی قرآن**

مرجعیت قرآن کے مختلف معانی اور استعمالات ہیں۔ کچھ مسلم مفکرین نے قرآن کی مرجعیت کو سات سطحوں پر بیان کیا ہے:

1. تفسیر موضوعی: قرآن میں کسی خاص موضوع کا جائزہ لینا، جیسے "رحمت" کا موضوع۔
2. محققین پر قرآن کا اثر: قرآن کا محققین کی تحقیقات پر اثر انداز ہونا۔
3. عقائد کی تشکیل میں کردار: قرآن کا انسان کے عقائد اور نظریات کو شکل دینے میں کردار۔
4. اخلاقی اور عملی مسائل میں مرجعیت: قرآن کا انسان کے اخلاقی رویوں اور اعمال میں رہنمائی کرنا۔
5. دینی تکالیف میں حجیت: قرآن کا دینی احکام اور فرائض میں معتبر ہونا۔
6. تاریخی بیانات میں اعتبار: قرآن کا تاریخی واقعات اور بیانات میں معتبر ہونا۔
7. تمدنی رویے میں مرجعیت: قرآن کا تمدن اور معاشرتی نظام کی تشکیل میں کردار۔

قرآن کی مرجعیت کا مسئلہ اس کے نزول کے آغاز ہی سے زیر بحث رہا ہے۔ بلاشک قرآن مختلف علوم کے پیدا ہونے اور پھیلنے کا منبع رہا ہے، لیکن مرجعیت علمی قرآن کی اصطلاح حالیہ دہائیوں میں مسلم مفکرین کی طرف سے "قرآن کی طرف واپسی" کی تحریک کے ساتھ ساتھ سامنے آئی ہے۔

مرجعیت علمی قرآن کی تعریفیں:

الف) قرآن کا منبع ہونا:

قرآن کو تمام انسانی علوم کا بنیادی ماخذ قرار دینا، جس سے ان علوم کے مبانی، اہداف، اصول، اور طریقہ کار اخذ کیے جاسکیں۔ اس تعریف کے مطابق قرآن کو مختلف سائنسی نظریات کو ثابت یا رد کرنے کا معیار بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

ب) قرآن کی حاکمیت:

قرآن کی حاکمیت سے مراد یہ ہے کہ تمام انسانی علوم قرآن کے احکام اور ہدایات کے تابع ہوں، تاکہ انسان کو حقیقی کمال اور سعادت کی طرف رہنمائی مل سکے۔ دوسرے الفاظ میں، مرجعیت علمی قرآن کا مطلب یہ ہے کہ اعتقادی علوم اور عملی حکمت میں قرآن کی حاکمیت کو تسلیم کیا جائے، اور انسانی کوششوں کو کمال اور سعادت کی طرف موڑ دیا جائے۔ نیز، توحید کی روح کو انسانی علوم کے تمام پہلوؤں میں جاری کیا جائے۔

قرآن کی جامعیت اور اس کی مرجعیت علمی کے بارے میں قرآن اور معصومین (علیہم السلام) کے اقوال سے واضح دلائل ملتے ہیں۔

قرآن میں مرجعیت علمی کے دلائل

1. قرآن کی جامعیت اور مرجعیت علمی قرآن:

قرآن کی جامعیت سے مراد یہ ہے کہ قرآن انسان کو فردی اور اجتماعی زندگی میں ہر زمان و مکان میں بہترین راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل کی آیت 9 میں ارشاد ہوتا ہے:
"إِنَّ هذَا الْقُرْآنَ يَهْدي لِلَّتي هِيَ أَقْوَم"
(بے شک یہ قرآن اس راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے جو سب سے زیادہ درست اور مستحکم ہے۔)

حضرت علی (علیہ السلام) نے قرآن کی جامعیت کے بارے میں فرمایا:
"إِنَّ اللهَ [تَعَالَى] سُبْحَانَهُ أَنْزَلَ كِتَاباً هَادِياً بَيَّنَ فِيهِ الْخَيْرَ وَالشَّر"
(بے شک اللہ تعالیٰ نے ہدایت کرنے والی کتاب نازل فرمائی ہے جس میں خیر و شر کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔) (نہج البلاغہ، خطبہ 166)

حضرت علی (علیہ السلام) نے مزید فرمایا کہ اگر تمام انسان کمال تک پہنچنا چاہتے ہیں تو انہیں قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہیے، کیونکہ قرآن ہی انہیں سعادت اور بلندی تک پہنچا سکتا ہے۔

خطبہ 169 میں فرماتے ہیں:
"قرآن زندہ رہنماء اور محکم منشور زندگی ہے، اور ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی فردی اور اجتماعی زندگی میں قرآن کی طرف رجوع کرے تاکہ گمراہ نہ ہو۔"
حضرت علی (علیہ السلام) کے فرامین سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کی طرف رجوع کرنے میں زمان و مکان کی کوئی قید نہیں ہے۔ ہر انسان، ہر زمانے میں قرآن کی طرف رجوع کر سکتا ہے، اور قرآن اسے سعادت اور کمال تک پہنچا سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:
"إِنَّ اللهَ بَعَثَ رَسُولاً هَادِياً بِكِتَابٍ نَاطِقٍ وَ أَمْرٍ قَائِمٍ لَا يَهْلِكُ عَنْهُ إِلَّا هَالِك"
(بے شک اللہ نے ایک ہدایت دینے والے رسول کو ایک بولتی کتاب اور قائم رہنے والے حکم کے ساتھ بھیجا ہے، اور جو شخص اس سے دور ہو گا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔)

قرآن کی جامعیت کی اہمیت:
قرآن کی جامعیت اس قدر اہمیت رکھتی ہے کہ نہ صرف قرآن خود بلکہ معصومین (علیہم السلام) کے اقوال میں بھی اس پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ امام المتقین حضرت علی (علیہ السلام) نے خطبہ 198 میں فرمایا:
"قرآن ہدایت کی نشانی ہے اس کے لیے جو اس میں غور و فکر کرے۔"

حضرت علی (علیہ السلام) کا قرآن سے انس:

حضرت علی (علیہ السلام) خود قرآن کے ساتھ گہرا انس رکھتے تھے اور اپنے پیروکاروں کو بھی قرآن سے مانوس ہونے کی تلقین فرماتے تھے۔ انہوں نے اپنے خطبات میں بارہا اس بات پر زور دیا کہ قرآن ہی وہ کتاب ہے جو انسان کو ہدایت دے سکتی ہے اور اسے کمال و سعادت تک پہنچا سکتی ہے۔

حضرت علی (علیہ السلام) نے یہ بھی فرمایا:

"وَمَا جَالَسَ هَذَا الْقُرْآنَ أَحَدٌ إِلَّا قَامَ عَنْهُ بِزِيَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ زِيَادَةٍ فِي هُدًى وَنُقْصَانٍ مِنْ عَمًى"

(جو کوئی بھی قرآن کے ساتھ بیٹھتا ہے، وہ یا تو ہدایت میں اضافہ کے ساتھ اٹھتا ہے یا پھر اندھے پن میں کمی کے ساتھ۔) (نہج البلاغہ، خطبہ 176)

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ قرآن مجید میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ انسان کو ھدایت کر سکتا ہے اور انسان کی فردی واجتماعی زندگی میں اسے کمال تک پہنچا سکتا ہے۔

خطبہ 198 میں فرماتے ہیں:

"ذَلِكَ الْقُرْآنُ فَاسْتَنْطِقُوهُ وَلَنْ يَنْطِقَ وَلَكِنْ أُخْبِرُكُمْ عَنْهُ أَلَا إِنَّ فِيهِ عِلْمَ مَا يَأْتِي وَالْحَدِيثَ عَنِ الْمَاضِي وَدَوَاءَ دَائِكُمْ وَنَظْمَ مَا بَيْنَكُمْ"

(یہ قرآن ہے، اس سے سوال کرو، اگرچہ یہ خود بولے گا نہیں، لیکن میں تمہیں اس کے بارے میں بتاتا ہوں۔ اس میں آنے والے واقعات کا علم، ماضی کی خبریں، تمہاری بیماریوں کا علاج، اور تمہارے درمیان نظم وضبط کا طریقہ موجود ہے۔

قرآن اور علوم جدید:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن صرف اپنے نزول کے زمانے سے متعلق ہے اور جدید علوم کا اس میں کوئی تذکرہ نہیں۔ حضرت علی (علیہ السلام) نے اس شبہے کو حکمت 313 میں رد کرتے ہوئے فرمایا:

"وَفِي الْقُرْآنِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ"

(قرآن میں تم سے پہلے لوگوں کی خبریں، تمہارے بعد آنے والے واقعات، اور تمہارے درمیان کے احکام موجود ہیں۔)

آیت اللہ سبحانی کی رائے:

آیت اللہ سبحانی نے قرآن کی جامعیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے مطابق:

"قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے اور اس کے مختلف پہلو ہیں۔ ہر زمانے کے محققین اس کے کسی نئے پہلو کو دریافت کرتے ہیں۔ قرآن پر تحقیق صرف عرفاء، فلاسفہ، فقہاء، اور قدیم علوم کے ماہرین تک محدود نہیں ہے، بلکہ آج کے دور کے سائنسدان،

ریاضی دان، طبیعیات دان، اور علوم انسانی کے ماہرین بھی قرآن سے نئے اور دقیق نکات اخذ کر رہے ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ معجزہ اپنے اندر بے شمار پہلو رکھتا ہے جو کسی ایک زمانے، ثقافت، یا فکر میں محدود نہیں ہے۔" (سبحانی، 1388، جلد 2، ص 15-16)

جب قرآن خود اور حضرت علی (علیہ السلام) کے اقوال سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ قرآن جامعیت رکھتا ہے، تو مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن کو اپنا مرجع بنائیں۔ کیونکہ یہ جاویدان معجزہ اس صلاحیت کا حامل ہے کہ وہ تمام علوم کا منبع ہو اور معاشرے کے بڑے مسائل کو حل کر سکے۔ اگر آج کا معاشرہ یا کسی بھی زمانے کا معاشرہ قرآن کی طرف رجوع کرے، تو یقیناً قرآن اس معاشرے کو ترقی دے گا، اس کے مسائل کو حل کرے گا، اور اسے سعادت و کمال تک پہنچائے گا۔
اگر مسلمان آج ترقی نہیں کر پا رہے ہیں اور اسلامی تمدن کی تشکیل نہیں ہو پا رہی ہے، تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو اپنا مرجع نہیں بنایا۔ قرآن کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے مسلمان اپنی حقیقی طاقت اور ہدایت سے محروم ہو گئے ہیں۔

رہبر معظم انقلاب اسلامی کے اقوال پر روشنی:

رہبر معظم انقلاب اسلامی، جو ایک روشن فکر، دانشمند، اور قرآنی مفکر ہیں، نے مختلف مواقع پر قرآن کی مرجعیت علمی کے موضوع پر گفتگو کی ہے۔ انہوں نے پہلی بین الاقوامی قرآن اور علوم انسانی کانگریس کے شرکاء سے خطاب میں اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:
"مرجعیت علمی قرآن کا مطلب یہ ہے کہ ہم علوم کو ان کے غیر دینی یا بعض اوقات ضد دینی **roots** (جڑوں) سے جدا کریں اور انہیں ایک قرآنی اور وحیانی سرچشمے سے جوڑ دیں۔"
اس کا مطلب یہ ہے کہ علوم کو صرف مادی اور دنیوی نظریات تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ انہیں قرآن اور وحی کی روشنی میں دوبارہ تشکیل دیا جائے۔

ایک اور مقام پر رہبر معظم نے فرمایا:
"قرآن کی مرجعیت، قرآن کی طرف رجوع، اور قرآن سے سوال کرنا، چاہے وہ فکری، علمی، اجتہادی، سیاسی، حکومتی، یا دیگر مسائل میں ہو، ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے۔"
یہ بات واضح کرتی ہے کہ قرآن صرف ایک مذہبی کتاب نہیں ہے، بلکہ یہ زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ رہبر معظم کے اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کو صرف عبادات اور روحانی مسائل تک محدود نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ اسے علوم، سیاست، معاشرت، اور حکومت کے شعبوں میں بھی ایک مرجع کے طور پر تسلیم کیا جانا چاہیے۔ قرآن کی تعلیمات کو اپنانے سے ہی معاشرے کو حقیقی ترقی اور کمال حاصل ہو سکتا ہے۔

(1/2/1396) https://farsi.khamenei.ir/speech-content?id=3835)

رہبر معظم انقلاب اسلامی نے امام صادق یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلباء سے خطاب میں جو فرمایا، اس کا ترجمہ اور تشریح کچھ یوں ہے:

حضرت آغا نے فرمایا:

"آپ اپنے بنیادی اصولوں پر نظر ڈالیں: تاریخ، فلسفہ، فلسفہ دین، فن اور ادب، اور بہت سے دیگر علوم انسانی جو دوسروں نے بنائے ہیں اور انہیں ایک علم کی شکل دی ہے، یعنی انہیں ایک علمی عمارت کا روپ دے دیا ہے۔ ان علوم کے مواد ہماری اپنی ثقافتی، علمی، اور دینی میراث میں موجود ہیں۔ ہمیں ایک ایسی ہی مستقل اور خودمختار عمارت تعمیر کرنی چاہیے۔"

29/10/1384 https://farsi.khamenei.ir/speech-content?id=3328.

رہبر معظم انقلاب کے اس بیان سے چند مہم نکات کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

اپنی علمی میراث کی اہمیت:

رہبر معظم نے اس بات پر زور دیا کہ ہماری اپنی ثقافتی، علمی، اور دینی میراث میں بے شمار علمی مواد موجود ہے۔ ہمیں اس مواد کو جدید علوم کی شکل میں ڈھالنا چاہیے اور ایک مستقل علمی نظام تشکیل دینا چاہیے۔

1. غیروں کے علوم پر انحصار کم کرنا:
   انہوں نے واضح کیا کہ بہت سے علوم جو آج دنیا میں رائج ہیں، وہ دوسروں کے بنائے ہوئے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی علمی میراث کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک خودمختار علمی نظام تشکیل دیں، تاکہ ہم دوسروں کے علوم پر انحصار کم کر سکیں۔
2. خودمختار علمی نظام کی تعمیر:
   رہبر معظم نے یہ بات واضح کی کہ ہمیں اپنی علمی میراث کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھال کر ایک مستقل اور خودمختار علمی نظام تعمیر کرنا چاہیے۔ یہ نظام ہماری اپنی ثقافتی اور دینی اقدار پر مبنی ہو اور ہمیں علمی خودکفالت کی طرف لے جائے۔

منبعیت قرآن اور مرجعیت علمی قرآن:

"وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ" ((سورہ نحل، آیت 89)

قرآن کی مرجعیت علمی کے دلائل میں سے ایک دلیل قرآن کا منبع ہونا ہے۔ کیونکہ قرآن میں ہر وہ علم ذکر ہوا ہے جو انسان کی ہدایت کے لیے ضروری ہے، اور ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم قرآن کو تمام علوم کا منبع قرار دیں۔ قرآن مجید خود فرماتا ہے کہ یہ کتاب "تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ" (ہر چیز کی وضاحت کرنے والی) ہے۔ اگرچہ بعض لوگ اس عمومیت کو تمام علوم تک پھیلا دیتے ہیں، چاہے وہ ہدایت کے راستے میں انسان کی مدد نہ بھی کرتے ہوں، لیکن درست بنیاد یہ ہے کہ ایسی آیات کا تعلق ہدایت سے ہے۔ لہٰذا، جو علوم انسان کی ہدایت میں مددگار ہیں، ان کا مرجع و منبع قرآن ہونا چاہیے تاکہ انسان گمراہی سے محفوظ رہے۔ اسلامی فکر

میں مسائل، احکام، انسانی علوم، اور دیگر امور کو سمجھنے اور اخذ کرنے کے لیے مختلف منابع موجود ہیں، لیکن ان میں سب سے اہم قرآن مجید ہے۔ اسی لیے بعض آیات میں فطرت کو انسان کی غذائی ضروریات کا منبع بتایا گیا ہے۔

قرآن مجید سورہ مومنون، آیات 19-20 فرمارہا ہے:

"فَأَنْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّاتٍ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ لَكُمْ فِيهَا فَوَاكِهُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِلْآكِلِينَ"

پھر ہم نے اس پانی سے تمہارے لیے کھجور اور انگور کے باغات پیدا کیے جن میں تمہارے لیے بہت سے پھل ہیں جنہیں تم کھاتے ہو۔ اور ایک درخت جو طور سینا سے نکلتا ہے اور تیل پیدا کرتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن کا کام دیتا ہے۔

سورہ عبس، آیات 29-32:

"وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ"

(اور زیتون کے درخت اور کھجور کے درخت۔ اور گھنے باغات۔ اور مختلف پھل اور چارہ۔ تاکہ تم انسان اور تمہارے مویشی اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور دوسری طرف قرآن مجید اپنے آپ کو انسان کی معنوی غذا اقرار دیتے ہوئے فرماتا ہے: "وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا"

(اور ہم قرآن میں سے وہ نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے، اور ظالموں کو سوائے نقصان کے کچھ نہیں ملتا)۔

حضرت آیت اللہ سبحانی کی تفسیر:

حضرت آیت اللہ سبحانی اپنی تفسیر میں قرآن کے تمام علوم کا منبع ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ قرآن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو نئے اور جدید نظریات اور بصیرت عطا کرتا ہے۔ ہر گروہ اپنے پسندیدہ موضوعات کے حوالے سے قرآن سے خاص نتائج اخذ کرتا ہے۔ اخلاقی، سیاسی، اور سماجی شعبوں میں قرآن سے فائدہ اٹھانے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ اسلامی محققین اپنے نئے طریقوں سے قرآن سے ایسے حقائق اخذ کر رہے ہیں جو پہلے دینی مفکرین کے ذہن میں بھی نہیں آتے تھے، کیونکہ ان کے پاس ان نئے معانی کو اخذ کرنے کے وسائل نہیں تھے۔ (سبحانی، منشور جاوید، جلد 2، صفحہ 15)

امام خمینی (رح) نے علماء اور دانشوروں سے خطاب کرتے ہوئے قرآن کو تمام علوم کا منبع قرار دینے کے بارے میں فرمایا:

"اسی موقع پر میں تمام علماء، قرآن کے فرزندوں، اور محترم دانشوروں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس مقدس کتاب سے غفلت نہ کریں جو "تِبْيَانٌ لِكُلِّ شَيْءٍ" (ہر چیز کی وضاحت کرنے والی) ہے اور جو اللہ کے مقام جمع سے نور اول کے قلب پر نازل ہوئی ہے اور جمع الجمع کے ظہور کا مظہر ہے۔...... ہر گروہ کے علماء اور عظیم دانشوروں کو چاہیے کہ وہ اس مقدس کتاب کے الٰہی پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کو اپنا موضوع بنائیں، قلم اٹھائیں، اور قرآن کے عاشقوں کی آرزو کو پورا کریں۔ انہیں قرآن کے سیاسی، سماجی، اقتصادی، فوجی، ثقافتی، اور جنگ و امن کے پہلوؤں پر وقت صرف کرنا چاہیے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ یہ کتاب ہر چیز کا سرچشمہ ہے؛ خواہ وہ عرفان و فلسفہ ہو یا ادب و سیاست۔" (خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، جلد 20، صفحات 92-93)

مرجعیت علمی قرآن مھجوریت کو ختم کرنے کا سبب

"وَقالَ الرَّسُولُ یارَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا ھذَا الْقُرْآنَ مَھْجُورا"

اور رسول (ص) نے کہا: اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"یہ بات اور یہ شکایت رسول اللہ (ص) کی طرف سے آج بھی جاری ہے، جو مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے بارے میں اللہ کے حضور شکایت کر رہے ہیں کہ انہوں نے اس قرآن کو فراموش کر دیا ہے، وہ قرآن جو زندگی کا راز ہے اور نجات کا ذریعہ ہے، وہ قرآن جو کامیابی، حرکت، اور ترقی کا عامل ہے، وہ قرآن جو زندگی کے پروگراموں سے بھرا ہوا ہے، اس قرآن کو چھوڑ دیا گیا ہے، اور یہاں تک کہ اپنے مدنی اور جزائی قوانین کے لیے بھی دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں!"

قرآن مجید میں وہ خصوصیات، صلاحیتیں، اور مواد موجود ہے جو یقیناً انسانی زندگی کے نظاموں کو مستحکم کرنے اور اسے ناقابل خلل بنانے کا باعث بن سکتا ہے۔ اس حدیث مبارک میں رسول اللہ (ص) فرماتے ہیں کہ قرآن مجید فکری اور عملی استحکام کا عامل ہے، لیکن مسلم معاشرے کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا ہے، اور نتیجتاً مسلم معاشرہ اقتصادی، اخلاقی، اور دیگر مسائل سے بھر گیا ہے۔

وہ لوگ جن کے پاس قرآن نہیں ہے، وہ ایک تمدن رکھتے ہیں، چاہے وہ تمدن انسان کو دنیوی اور اخروی سعادت و کمال تک نہ پہنچائے۔ لیکن مسلمانوں کے پاس وہ کتاب ہے جو تمدن ساز ہے، اور یہ کتاب وحی اس صلاحیت کی حامل ہے کہ معاشرے کو کمال اور دنیوی و اخروی سعادت تک پہنچائے۔ یہ انتہائی افسوسناک بات ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اکرم (ص) کی زبان پر فرماتا ہے کہ اس قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔ اگر علماء اور دانشور کوشش کریں کہ معاشرے کو قرآن کی طرف واپس لایا جائے، تو یہ معاشرہ یقیناً ترقی کرے گا اور سعادت و کمال تک پہنچے گا، اور کتاب وحی کی مھجوریت بھی ختم ہو جائے گی۔

حضرت ختمی مرتبت (ص) نے، جنہوں نے قرآن کی مھجوریت کی شکایت کی ہے، اس کا حل بھی پیش کیا ہے کہ کتاب وحی کی مھجوریت کیسے دور ہو سکتی ہے۔ آپ (ص) فرماتے ہیں..... : فَإِذَا الْتَبَسَتْ عَلَيْكُمُ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ فَعَلَيْكُمْ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّهُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ وَمَاحِلٌ مُصَدَّقٌ مَنْ جَعَلَهُ أَمَامَهُ قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَهُ سَاقَهُ إِلَى النَّارِ وَهُوَ الدَّلِيلُ يَدُلُّ عَلَى خَيْرِ سَبِيلٍ وَهُوَ كِتَابُ تَفْصِيلٍ وَبَيَانٍ وَتَحْصِيلٍ وَهُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ وَلَهُ ظَهْرٌ وَبَطْنٌ فَظَاهِرُهُ حِكْمَةٌ وَبَاطِنُهُ عِلْمٌ ظَاهِرُهُ أَنِيقٌ وَبَاطِنُهُ عَمِيقٌ لَهُ نُجُومٌ وَعَلَى نُجُومِهِ نُجُومٌ لَا تُحْصَى عَجَائِبُهُ وَلَا تُبْلَى غَرَائِبُهُ فِيهِ مَصَابِيحُ الْهُدَى وَمَنَازِلُ الْحِكْمَةِ وَدَلِيلٌ عَلَى الْمَعْرُوفِ لِمَنْ عَرَفَهُ (مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، جلد 89، صفحہ 17)۔

"جب بھی مصیبتیں اور پریشانیاں رات کے اندھیرے کی طرح تمہیں گھیر لیں تو قرآن کی طرف رجوع کرو۔ قرآن ایک شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس میں تفصیل، بیان اور علم جمع ہیں۔ قرآن حق اور باطل کو جدا کرنے والا ہے۔ یہ کوئی مذاق یا ہزل کی کتاب نہیں ہے۔ قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اس کا ظاہر حکم اور فرمان (اللہ کا) ہے اور اس کا باطن علم اور عرفان ہے۔ قرآن ایک خوبصورت ظاہر اور گہرے باطن کا مالک ہے۔ قرآن کے ستارے ہیں اور اس کے ستاروں کے بھی ستارے ہیں۔ قرآن کے عجائبات کی کوئی گنتی نہیں اور اس کے معجزات کبھی پرانے نہیں ہوں گے۔ ہدایت کے چراغ، حکمت کے مراکز، نور اور معرفت کے رہنما، قرآن میں ہیں اس کے لیے جو صفات کو پہچانتا ہو۔

اس حدیث میں قرآن کی مرجعیت کی طرف رجوع کرنے اور زندگی کے مشکل ترین لمحات میں اس کی پناہ لینے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تاکہ فتنوں اور دنیا کی پریشانیوں سے نجات حاصل کی جاسکے۔ اس کلام کی بنیاد ایک علمی اور شناختی اساس پر ہے، نہ کہ صرف قرآن پڑھنے کے ثواب پر۔ یعنی حضورؐ فرماتے ہیں کہ اگر قرآن کی طرف رجوع اور اس کی پناہ حاصل کرنے کا عمل نہ ہو تو دین کی فکر اور خود دین کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس حدیث میں رسول اکرمؐ ﷺ نے کلیدی اور بنیادی الفاظ کے ذریعے قرآن مجید کے حیاتی اور فیصلہ کن کردار و افعال کو بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ ترقی کرے اور ایک عالی شان تمدن تعمیر کرے تو ہمیں قرآن کی طرف رجوع کرنا ہو گا، کیونکہ پیغمبر اسلامؐ ﷺ نے فرمایا کہ فتنوں کے زمانے میں قرآن کی طرف رجوع کرو۔ اور ہمارا دور تمام ادوار سے زیادہ فتنوں سے بھرا ہوا ہے، لہٰذا ان فتنوں سے محفوظ رہنے کے لیے قرآن کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔

امام خامنہ ای کے اس بیان میں قرآن کی علمی مہجوریت کے ایک اہم پہلو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جو دینی مدارس اور علمائے دین کا جدید مسائل اور علمی ضروریات سے دوری اختیار کرنے اور نتیجتاً دینی ماہرین کی جانب سے نظریہ سازی کے فقدان کا مسئلہ ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ جب دینی مدارس اور علمائے دین اپنے فرائض سے دستبردار ہو جاتے ہیں تو ان کی جگہ ایسے لوگ لے لیتے ہیں جن کے پاس نہ تو دینی مہارت ہوتی ہے اور نہ ہی دینی تعہد۔ امام خامنہ ای نے زور دے کر کہا کہ سیاسی نظریہ سازی اور معاشرے کے تمام شعبوں میں نظریہ پردازی، خاص طور پر اسلامی نظام میں، علمائے دین کی ذمہ داری ہے۔ وہ افراد جو اقتصادی نظام، انتظامیہ، جنگ و امن، تربیتی مسائل اور دیگر اہم معاملات میں اسلامی نقطہ نظر پیش کر سکتے ہیں، وہی دینی ماہرین ہیں جو دین کو سمجھتے ہیں۔ اگر یہ نظریہ سازی کا فرض علمائے دین ادا نہ کریں تو پھر غیر دینی، مغربی اور مادی نظریات اس خلا کو پر کر دیں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ کوئی بھی نظام یا معاشرہ خلا میں کام نہیں کر سکتا۔ اگر دینی نظریات کی جگہ خالی رہی تو مادی ذہنیت پر مبنی اقتصادی، سیاسی اور انتظامی نظام اس کی جگہ لے لے گا۔ یہ بات انہوں نے 1389/07/29 کو قم کے حوزویان کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران بیان کی۔ https://farsi.khamenei.ir/speech-content?id=10357

اس بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دینی علمائے کرام کو جدید علمی اور معاشرتی چیلنجز کا سامنا کرنے اور اسلامی نظریات کی روشنی میں ان کا حل پیش کرنے کے لیے آگے آنا چاہیے، تاکہ غیر دینی اور مادی نظریات اسلامی معاشرے پر غالب نہ آسکیں۔

مقام معظم رہبری نے اپنی تقریر میں، جس میں انہوں نے جامعہ کے اساتذہ اور حوزوی علماء سے ملاقات کی تھی، ایک اہم نکتہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ انیسویں صدی، جو مغرب میں سائنسی تحقیقات کا عروج تھا، درحقیقت دین سے جدائی اور دین کو زندگی کے میدان سے خارج کرنے کا دور تھا۔ یہ فکر ہمارے ملک میں بھی اثرانداز ہوئی اور ہمارے جامعہ کی بنیاد غیر دینی اصولوں پر رکھی گئی۔ اس کے نتیجے میں علماء جامعہ سے دور ہو گئے اور جامعہ بھی علماء اور دینی مدارس سے منہ موڑ گئی۔ یہ المناک صورت حال دونوں طرف، یعنی دینی مدارس اور جامعہ، پر منفی اثرات مرتب کرتی رہی۔

دینی مدارس پر اس کا اثر یہ ہوا کہ علماء صرف ذہنی اور دینی مسائل تک محدود ہو کر رہ گئے اور دنیا کے بیرونی تحولات سے بے خبر ہو گئے۔ سائنسی ترقیاں ان کی نظروں سے اوجھل رہیں اور فقہ اسلام میں تبدیلی اور جدت کی روح، جو قرآن اور سنت کی روشنی میں معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے موجود تھی، کمزور پڑ گئی۔

مقام معظم رہبری نے اس بات پر زور دیا کہ علماء کو جدید علمی اور معاشرتی تحولات سے آگاہ رہنا چاہیے اور فقہ کو وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ فقہ اسلام کو قرآن اور سنت کی بنیاد پر معاشرے کی ضروریات کے مطابق ہونا چاہیے اور علماء کو چاہیے کہ وہ جدید مسائل کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہیں۔

(29/09/1368) https://farsi.khamenei.ir/speech-content?id=2234

یہ بات واضح ہے کہ دینی علماء کو جدید دنیا کے چیلنجز کا سامنا کرنے اور اسلامی اصولوں کی روشنی میں ان کا حل پیش کرنے کے لیے آگے آنا چاہیے، تاکہ دین اور علم کے درمیان ہم آہنگی قائم رہ سکے اور معاشرے کی ترقی میں دین کا کردار موثر ہو سکے۔

جاودانگی قرآن و مرجعیت علمی قرآن

قرآن مجید کی جاودانگی اور اس کی علمی مرجعیت کا ذکر کرتے ہوئے، سورہ التکویر کی آیت 27 میں ارشاد ہوتا ہے: "اِنۡ ھُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ" (یہ قرآن صرف تمام جہان والوں کے لیے یاددہانی اور نصیحت ہے)۔ یہ آیت قرآن کے عالمگیر ہونے اور اس کی ہدایت کے پیغام کو تمام انسانوں تک پہنچانے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اسلام اور قرآن کا عالمگیر ہونا دین کے ضروریات میں سے ہے۔ اسلام کسی خاص خطے یا قوم کے لیے نہیں آیا، بلکہ یہ تمام انسانیت کے لیے ہے۔ اسی لیے حضور ختمی مرتبتؐ نے روم، ایران اور مصر جیسے ممالک کے حکمرانوں کو خطوط

لکھ کر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اگر اسلام اور قرآن صرف کسی خاص علاقے یا زمانے کے لیے ہوتے تو یہ عالمگیر دعوت بے معنی ہوتی۔

قرآن مجید نہ صرف ہر خطے بلکہ ہر زمانے کے لیے ہے۔ یہ ہر دور کے مسائل اور چیلنجز کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ قرآن اپنی جاودانگی کے بارے میں سورہ الصف کی آیت 9 میں فرماتا ہے: * "هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ" * (وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے)۔ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اسلام اور قرآن کا مقصد تمام ادیان اور نظاموں پر غالب آنا ہے، کیونکہ یہ دین حق ہے جو ہر زمانے اور ہر جگہ کے لیے موزوں ہے۔

قرآن کی یہ عالمگیریت اور جاودانگی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب صرف ماضی کے لیے نہیں، بلکہ حال اور مستقبل کے لیے بھی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قرآن مجید نے اپنے پیغام کو ہر دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج بھی یہ کتاب انسانیت کے لیے روشنی کا مینار ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ ترقی کرے اور ایک عالی شان تمدن تعمیر کرے تو ہمیں قرآن کی طرف رجوع کرنا ہو گا، کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جو ہمیں ہر قسم کے فتنوں سے بچا سکتی ہے اور ہمیں صحیح راستہ دکھا سکتی ہے۔

اگر قرآن مجید کسی خاص زمانے کے لیے ہوتا تو اس کے سارے راز اب تک ظاہر ہو چکے ہوتے اور اس میں تازگی اور جذب کرنے کی صلاحیت ختم ہو چکی ہوتی لیکن ہم سب دیکھ رہے ہیں کہ اس نہ ختم ہونے والے سمندر میں غور و فکر کرنے کی وسعت باقی ہے اور ہر روز نئے نئے انکشافات اس سے کشف ہو رہے ہیں۔

امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا: "إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع مَا بَالُ الْقُرْآنِ لَا يَزْدَادُ عِنْدَ النَّشْرِ وَالدِّرَاسَةِ إِلَّا غَضَاضَةً فَقَالَ لِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يُنْزِلْهُ لِزَمَانٍ دُونَ زَمَانٍ وَلَا لِنَاسٍ دُونَ نَاسٍ فَهُوَ فِي كُلِّ زَمَانٍ جَدِيدٌ وَعِنْدَ كُلِّ قَوْمٍ غَضٌّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" (ابن بابویہ، محمد بن علی، عیون اخبار الرضا، ج2، ص87)۔ یعنی ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ قرآن کیوں ہر بار پڑھنے اور اس پر غور کرنے سے تازہ اور شاداب لگتا ہے؟ امامؑ نے جواب دیا: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو کسی خاص زمانے یا کسی خاص قوم کے لیے نہیں، بلکہ ہر زمانے اور ہر قوم کے لیے نازل کیا ہے۔ اس لیے قرآن ہر زمانے میں نیا اور ہر قوم کے لیے تازہ ہے، یہاں تک کہ قیامت تک۔

یہ حدیث قرآن مجید کی جاودانگی اور عالمگیریت کو واضح کرتی ہے۔ قرآن صرف ایک خاص دور یا ایک خاص گروہ کے لیے نہیں، بلکہ یہ ہر زمانے اور ہر معاشرے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ یہ ہر دور کے تقاضوں اور ہر قوم کے افکار سے آگے رہتا ہے۔ ہر زمانے میں اس کے بلند معارف اور گہرے مفاہیم سے نئے راز کھلتے ہیں۔

قرآن کی یہ خصوصیت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب صرف ماضی کے لیے نہیں، بلکہ حال اور مستقبل کے لیے بھی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قرآن مجید نے اپنے پیغام کو ہر دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج بھی یہ کتاب انسانیت کے لیے روشنی کا مینار ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ ترقی کرے اور ایک عالی شان تمدن تعمیر کرے تو ہمیں قرآن کی طرف رجوع کرنا ہوگا، کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جو ہمیں ہر قسم کے فتنوں سے بچا سکتی ہے اور ہمیں صحیح راستہ دکھا سکتی ہے۔

قرآن کی تازگی اور اس کی جاذبیت کا راز یہ ہے کہ یہ ہر زمانے کے ساتھ نئے مفاہیم اور نئے معارف کو اجاگر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید آج بھی اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور اس کی ہدایت ہر دور کے انسانوں کے لیے یکساں مفید اور کارآمد ہے۔

قرآن مجید کی جاودانگی اور عالمگیریت کو واضح کرنے والی آیات میں سے ایک سورہ سبا کی آیت 28 ہے، جس میں ارشاد ہوتا ہے: "وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا" (اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے)۔ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کو صرف ایک خاص قوم یا خطے کے لیے نہیں، بلکہ تمام انسانیت کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ قرآن کا پیغام بھی اسی طرح عالمگیر ہے اور یہ ہر زمانے اور ہر جگہ کے لوگوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

اسی طرح سورہ اعراف کی آیت 158 میں ارشاد ہوتا ہے: "قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا" (کہہ دیجیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں)۔ یہ آیت بھی قرآن کے عالمگیر ہونے اور اس کے پیغام کو تمام انسانیت تک پہنچانے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ان آیات اور احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید کسی خاص زمانے یا مکان کے لیے محدود نہیں ہے۔ یہ کتاب ہر دور اور ہر معاشرے کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اسی لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن کو تمام علوم کا مرجع قرار دیں، کیونکہ قرآن وہ واحد کتاب ہے جو انسانیت کو ہدایت دیتا ہے اور اسے کمال تک پہنچانے میں مدد کرتا ہے۔

قرآن مجید نہ صرف روحانی اور اخلاقی ہدایت فراہم کرتا ہے، بلکہ یہ علمی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی مسائل کے حل کے لیے بھی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ کتاب ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں راہنمائی فراہم کرتی ہے اور ہمیں ایک متوازن اور کامیاب زندگی گزارنے کے لیے ضروری اصول بتاتی ہے۔ لہٰذا، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ ترقی کرے اور ایک عالی شان تمدن تعمیر کرے تو ہمیں قرآن کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ قرآن مجید کو ہماری زندگی کا مرکز اور ہمارے تمام علوم کا سرچشمہ ہونا چاہیے، کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جو ہمیں ہر قسم کے فتنوں سے بچا سکتی ہے اور ہمیں صحیح راستہ دکھا سکتی ہے۔

امام حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک گروہ یہودیوں نے حضور رسول اکرمؐ کے پاس آکر سوال کیا کہ کیا آپؐ صرف عربوں کے لیے مبعوث ہوئے ہیں یا ہمارے لیے بھی؟: جَاءَ نَفَرٌ مِنَ الْيَهُودِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ص فَقَالُوا يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ الَّذِي تَزْعُمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ وَ أَنَّكَ الَّذِي يُوحَى

إِلَيْكَ كَمَا أُوحِيَ إِلَى مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ ع فَسَكَتَ النَّبِيُّ ص سَاعَةً ثُمَّ قَالَ نَعَمْ أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَ إِمَامُ الْمُتَّقِينَ وَ رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ قَالُوا إِلَى مَنْ إِلَى الْعَرَبِ أَمْ إِلَى الْعَجَمِ أَمْ إِلَيْنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ هَذِهِ الْآيَةَ- قُلْ يَا مُحَمَّدُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً

(ابن بابویہ، محمد بن علی، الامالی للصدوق، ص187)

"یا محمد! کیا آپ وہی ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ پر وحی نازل ہوتی ہے جیسا کہ موسیٰ بن عمرانؑ پر نازل ہوتی تھی؟" حضورؐ نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی، پھر فرمایا: "ہاں، میں فرزندان آدم کا سردار ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔ میں خاتم النبیین ہوں، متقین کا امام ہوں اور رب العالمین کا رسول ہوں۔" یہودیوں نے پوچھا: "آپ کس کی طرف مبعوث ہوئے ہیں؟ کیا عربوں کی طرف، عجم (غیر عرب) کی طرف یا ہماری طرف؟" اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا" (کہہ دیجیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کا رسالت کا دائرہ کار صرف عربوں یا کسی خاص قوم تک محدود نہیں تھا، بلکہ آپؐ کو تمام انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔ قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن کا پیغام عالمگیر ہے اور یہ ہر زمانے اور ہر جگہ کے لوگوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

قرآن مجید کی جاودانگی کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کتاب تمام علوم کا مرجع ہو۔ جب علوم قرآن سے تائید پاتے ہیں تو وہ معاشرے کے لیے مفید ثابت ہوتے ہیں اور انسان کی دنیوی اور اخروی سعادت کا ضامن بنتے ہیں۔ قرآن مجید نہ صرف روحانی اور اخلاقی ہدایت فراہم کرتا ہے، بلکہ یہ علمی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی مسائل کے حل کے لیے بھی رہنمائی کرتا ہے۔

لہٰذا، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ ترقی کرے اور ایک عالی شان تمدن تعمیر کرے تو ہمیں قرآن کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ قرآن مجید کو ہماری زندگی کا مرکز اور ہمارے تمام علوم کا سرچشمہ ہونا چاہیے، کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جو ہمیں ہر قسم کے فتنوں سے بچا سکتی ہے اور ہمیں صحیح راستہ دکھا سکتی ہے۔ قرآن کی تعلیمات پر عمل کرکے ہی ہم ایک متوازن اور کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں اور اپنی دنیا و آخرت کو سنوار سکتے ہیں۔

قرآن مجید کی مرجعیت اور اس کی قول فصل ہونا

سورہ طارق کی آیت 13 میں ارشاد ہوتا ہے: "إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ" (بے شک یہ قرآن حق اور باطل کو جدا کرنے والا فیصلہ کن کلام ہے)۔ یہ آیت قرآن مجید کی مرجعیت اور اس کی قول فصل ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ "فصل" کا لفظ مصدر ہے جس کا معنی ہے حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنا (almaany.com)۔ قرآن مجید ایک ایسا معیار ہے جو حق اور باطل کو واضح طور پر الگ کرتا ہے اور ہر چیز کو اس کے صحیح تناظر میں پیش کرتا ہے۔ صاحب مجمع البیان نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ "قول فصل" سے مراد یہ ہے کہ قرآن حق

اور باطل کو روشن کر کے ان کے درمیان واضح حد فاصل قائم کرتا ہے۔ یعنی قرآن حق اور باطل کو پہچاننے کا معیار اور پیمانہ ہے۔ اگر کوئی علم قرآن کے مطابق ہو تو وہ حق ہے، اور اگر کوئی علم قرآن کے خلاف ہو تو وہ باطل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید ہر علم اور ہر فکر کو پرکھنے کا معیار ہے۔

اگر ہم یہ سوچیں کہ علوم کو کس مرجع کی طرف لوٹایا جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ علوم ہمیں خدا تک پہنچا سکتے ہیں یا نہیں، اور کیا یہ علوم معاشرے کی ہدایت میں مددگار ہیں یا نہیں، تو ہمیں ان علوم کو قرآن کی طرف لوٹانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سورہ یونس کی آیت 37 میں فرماتا ہے: "وَمَاكَانَ هَٰذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَارَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ " (اور یہ قرآن ممکن نہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے گھڑ لیا گیا ہو، بلکہ یہ تو اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے (کتابیں) آئی ہیں، اور یہ کتابِ مبین کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے)۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید ایک الہامی کتاب ہے جو پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ہر چیز کی تفصیل بیان کرتی ہے۔ یہ کتاب کسی شک و شبہ سے پاک ہے اور رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا، قرآن مجید کو ہر علم اور ہر فکر کا معیار ہونا چاہیے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے علوم ہمیں خدا تک پہنچائیں اور معاشرے کی ہدایت میں مددگار ہوں، تو ہمیں ان علوم کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھنا ہوگا۔ قرآن مجید کی مرجعیت اور اس کی قول فصل ہونے کی وجہ سے یہ کتاب ہر زمانے اور ہر معاشرے کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید آج بھی اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور اس کی ہدایت ہر دور کے انسانوں کے لیے یکساں مفید اور کارآمد ہے۔ اگر ہم قرآن کو اپنی زندگی کا مرکز بنائیں تو ہم دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔
امام علی علیہ السلام نے حضور رسول اکرمؐ سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے جو قرآن مجید کی مرجعیت اور اس کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "إنها ستكون فتنة قلت: فما المخرج منها يارسول الله؟ قال: كتاب الله فيه بناء ما قبلكم وخير ما بعدكم وحكم ما بينكم، هو الفصل ليس بالهزل، من تركه من جبار قصمه الله، ومن ابتغى الهدى في غيره أضله الله، وهو حبل الله المتين والذكر الحكيم" (ابن حیون، نعمان بن محمد، 1409، ج2، ص309)

یعنی حضورؐ نے فرمایا: "فتنے آئیں گے۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ، ان سے نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کی کتاب (قرآن)۔ اس میں تم سے پہلے لوگوں کے حالات، تمہارے بعد آنے والوں کے لیے بہترین ہدایت، اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے کا طریقہ موجود ہے۔ یہ فیصلہ کن کتاب ہے، کوئی مذاق نہیں۔ جو کوئی اسے چھوڑ دے گا، اللہ اسے تباہ کر دے گا۔ اور جو کوئی اس کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت تلاش کرے گا، اللہ اسے گمراہ کر دے گا۔ یہ اللہ کی مضبوط رسی اور حکمت بھری نصیحت ہے۔"

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید نہ صرف ماضی کے حالات اور مستقبل کی ہدایت کا سرچشمہ ہے، بلکہ یہ ہمارے درمیان موجود مسائل کے حل کے لیے بھی ایک معیار ہے۔ قرآن مجید کو "قول فصل" کہا گیا ہے، یعنی یہ حق اور باطل کے درمیان واضح حد فاصل

قائم کرتا ہے۔ یہ کتاب کسی مذاق یا ہزل کی چیز نہیں، بلکہ یہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی ایک مقدس اور حکمت بھری کتاب ہے۔ جیسا کہ آپ نے ذکر کیا، بہت سے مفسرین نے "تفصیل الکتاب" کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد پچھلی شریعتوں کے مجمل احکام کی تفصیل ہے۔ اگر ہم پچھلی شریعتوں کے احکام کو قرآن کی طرف لوٹا سکتے ہیں اور قرآن ان کی تفصیل بیان کرتا ہے، تو پھر ہمیں تمام علوم کو بھی قرآن کی طرف لوٹانا چاہیے۔ قرآن مجید کو ہر علم اور ہر فکر کا معیار ہونا چاہیے، کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جو ہمیں ہر قسم کے فتنوں سے بچا سکتی ہے اور ہمیں صحیح راستہ دکھا سکتی ہے۔

قرآن مجید کی مرجعیت صرف مذہبی اور روحانی معاملات تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہ علمی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی مسائل کے حل کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ ترقی کرے اور ایک عالی شان تمدن تعمیر کرے تو ہمیں قرآن کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ قرآن مجید کو ہماری زندگی کا مرکز اور ہمارے تمام علوم کا سرچشمہ ہونا چاہیے، کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جو ہمیں ہر قسم کے فتنوں سے بچا سکتی ہے اور ہمیں صحیح راستہ دکھا سکتی ہے۔

مقام معظم رہبری نے اپنی متعدد تقریروں میں قرآن مجید کو تمام علوم، خاص طور پر علوم انسانی، کی بنیاد قرار دینے کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ قرآن مجید نہ صرف روحانی اور اخلاقی ہدایت کا سرچشمہ ہے، بلکہ یہ علمی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی مسائل کے حل کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ان کے نزدیک، قرآن مجید کو ہر علم اور ہر فکر کا معیار ہونا چاہیے، کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جو ہمیں ہر قسم کے فتنوں سے بچا سکتی ہے اور ہمیں صحیح راستہ دکھا سکتی ہے۔

2/079/1388 کو بانوان قرآن پژوہ کے ساتھ ایک ملاقات میں، مقام معظم رہبری نے فرمایا: "…. ہمیں مختلف شعبوں میں قرآن کے نکات اور دقائق پر توجہ دینی چاہیے اور علوم انسانی کی بنیادوں کو قرآن کریم میں تلاش کرنا چاہیے۔"
(8259=https://farsi.khamenei.ir/speech-content?id)۔ اس بیان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید کو صرف مذہبی تعلیمات تک محدود نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ اسے تمام علوم، خاص طور پر علوم انسانی، کی بنیاد قرار دینا چاہیے۔

اسی طرح حکو قم کے حوزوی علماء اور اساتذہ کے ساتھ ایک ملاقات میں، انہوں نے فرمایا: علماء دین پشتوانہ ہیں جو اسلامی نظریات کو الہامی متون سے اخذ کرنے، انہیں واضح کرنے، اور انہیں مختلف پروگراموں اور زمینہ سازی کے لیے پیش کرنے کے ذمہ دار ہیں۔" (10357=https://farsi.khamenei.ir/speech-content?id)1389/07/29

اس بیان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علماء دین کو چاہیے کہ وہ قرآن اور سنت کی روشنی میں جدید مسائل کے حل کے لیے نظریات پیش کریں اور انہیں معاشرے کی ترقی کے لیے استعمال کریں۔ مقام معظم رہبری کے ان بیانات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کو ہر علم اور ہر فکر کا معیار ہونا چاہیے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے علوم ہمیں ہدایت سے دور نہ کریں، تو ہمیں ان علوم کو قرآن کی طرف لوٹانا چاہیے اور انہیں قرآن سے تائید حاصل کرنی چاہیے۔ اگر کوئی علم قرآن کے خلاف ہو تو وہ ہمیں ہدایت اور کمال تک نہیں پہنچا سکتا۔

خلاصہ یہ کہ، قرآن مجید اور احادیث دونوں ہمیں یہ تعلیم دیتے ہیں کہ قرآن کو تمام علوم کا مرجع قرار دیا جائے۔ مقام معظم رہبری کے نزدیک، قرآن مجید نہ صرف مذہبی تعلیمات کا سرچشمہ ہے، بلکہ یہ تمام علوم، خاص طور پر علوم انسانی، کی بنیاد بھی ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ ترقی کرے اور ایک عالی شان تمدن تعمیر کرے، تو ہمیں قرآن مجید کو اپنی زندگی کا مرکز بنانا ہوگا اور اسے تمام علوم کا معیار قرار دینا ہوگا۔

نتیجہ

تحقیق کے نتائج کے مطابق، قرآن مجید کی علمی مرجعیت ایک مسلمہ حقیقت ہے جسے نہ تو نظرانداز کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے رد کیا جا سکتا ہے۔ قرآن مجید نہ صرف فردی بلکہ اجتماعی زندگی میں بھی ہر زمانے اور ہر جگہ کے لیے سعادت اور کمال کی راہنمائی کرتا ہے۔ تحقیق کے نتائج درج ذیل ہیں:

1. قرآن کریم ہدایت کا سرچشمہ ہے: قرآن مجید فردی اور اجتماعی زندگی میں ہر زمانے اور ہر جگہ کے لیے سعادت اور کمال کی بہترین راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ کتاب ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں صحیح راستہ دکھاتی ہے۔

2. قرآن تمام علوم کا منبع ہے: قرآن مجید کو تمام علوم کا مرجع قرار دیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" (ہر چیز کی وضاحت کرنے والا) ہے۔ جو علوم زندگی کی ہدایت اور سعادت میں اثرانداز ہوتے ہیں، انہیں قرآن سے تائید حاصل کرنی چاہیے۔

3. قرآن کی مھجوریت کا خاتمہ: قرآن مجید کی علمی مرجعیت اس کی مھجوریت کو ختم کر سکتی ہے۔ قرآن کے پاس وہ خصوصیات، صلاحیتیں اور مضامین ہیں جو انسانی زندگی کے نظام کو مستحکم اور ناقابل تسخیر بنا سکتے ہیں۔ اگر انسان قرآن کی طرف رجوع کرے اور اسے اپنی زندگی کی بنیاد بنائے، تو قرآن کی مھجوریت ختم ہو جائے گی۔

4. قرآن کی جاودانگی: قرآن مجید کی جاودانگی اور خلود اس کی علمی مرجعیت کی ایک اہم دلیل ہے۔ قرآن کسی خاص زمانے یا مکان کے لیے محدود نہیں ہے۔ تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام علوم کو قرآن کی طرف لوٹائیں اور اسے اپنی زندگی کا مرکز بنائیں۔

5. تفصیل الکتاب: اکثر مفسرین کے نزدیک "تفصیل الکتاب" سے مراد پچھلی شریعتوں کے مجمل احکام کی تفصیل ہے۔ جس طرح ہم پچھلی شریعتوں کے احکام کو قرآن کی طرف لوٹا سکتے ہیں، اسی طرح ہمیں موجودہ دور کے علوم کو بھی قرآن کی طرف لوٹانا چاہیے، تاکہ مسلمانوں کو حقیقی سعادت اور ہدایت حاصل ہو سکے۔

خلاصہ یہ کہ، قرآن مجید کی علمی مرجعیت ایک اٹل حقیقت ہے جو آیات اور احادیث سے ثابت ہوتی ہے۔ قرآن کو تمام علوم کا مرجع قرار دینے سے نہ صرف ہماری علمی ترقی ممکن ہو گی، بلکہ ہماری زندگی بھی سعادت اور کمال کی راہ پر گامزن ہو گی۔ قرآن مجید کو اپنی زندگی کا مرکز بنانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، تاکہ ہم دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی حاصل کر سکیں۔

منابع

قرآن مجید

نہج البلاغہ

ابن بابویہ، محمد بن علی، 1378 ش، عیون اخبار الرضا، مصحح مھدی لاجوردی، نشر جھان، تھران،.

ابن حیون، نعمان بن محمد، شرح الاخبار فی فضائل الائمہ الاطھار، مصصح محمد حسن جلالی، جامعہ مدرسین، قم، 1409 ق.

اصفھانی، سید ابوالحسن، وسیلہ النجاہ، موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، قم، 1365 ق.

حسن انوری، فرھنگ بزرگ سخن، ناشر سخن، تھران، 1381 ش.

حسینی، سید علی اکبر رامندی، مرجعیت علمی قرآن با تاکید بر اندیشہ قرآن شناختی ھای رشید رضا، مطالعات علوم قرآنسال 2، ش 1، بھار 1399،.

خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام، موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، تھران، 1389 ش. مجلسی، محمد باقر، بحارالانوار، دار احیاء التراث العربی، بیرت، 1403، ق.

راغب اصفھانی، حسین بن محمد، مفردات الفاظ قرآن، مصحح عدنان داود، دار القلم، بیروت، 1416 ق.

رضائی اصفھانی، محمد علی، منطق تفسیر قرآن 5، نشر المطفی، قم، 1385 ش.

صدوق، امالی للصدوق، کتابچی، تھران، 1376 ش.

طباطبائی، محمد حسین، ترجمہ المیزان، مترجم محمد باقر موسوی، جامعہ مدرسین، پنجم، قم.

عبد الباقی، محمد فواد، المعجم المفھرس للالفاظ القرآن، انتشارات اسماعلیان، قم، 1364 ق.

قربانی، محمد علی، تاریخ تقلید در شیعہ وسیر تحول آن، بنیاد پژوھس ھای اسلامی، مشھد، 1365 ق.

قزوینی، ملا خلیل، صافی در شرح کافی، دار الحدیث، قم، 1387 ش

مھدوی نژاد، محمد حسین، رابطہ علم ودین با تاکید بر دیدگاہ شھید مطھری، فصلنامہ اندیشہ صادق، ش 6، ص 47.